OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

معاشرتی عدمِ توازن کا تدارک: سیرت طیبہ کی روشنی میں میں ایک مطالعہ

Prevention of the Social Imbalances in the light of Seerat-e-Tayabah

Prof. Dr. Matloob Ahmad
Dean Faculty of Arts and Social Sciences, The University of Faisalabad, Faisalabad
Dr. Uzma Begum
Dr. Uzma Bagum Principal Govt Postgraduate Girls College khrick Rawalakot, Azad Kashmir
Muhammad Qasim
Doctoral Candidate Islamic Studies, The University of Faisalabad, Faisalabad

Abstract

This article is discussing about Prevention of the social imbalances in the light of Seerat-e-Taybah (Holy Prophet Peace Be Upon Him). It also has been discussed before the advent of Islam. After this it commences in the eradication of extremism and rigidity in the light of Seerat-e-Taybah. It also through light politically consolidated society, more over it tells us Islam is the religion of universal brotherhood and free of prejudice and also tells us how we can make economical strong society and how can we formulate terrorism free society. Finally, this article is concluded with suggestion and recommendation gist of discussion. Before the study of the teachings of the Holy Prophet it is important to present a brief comparative analysis of the pre-Islam existing nations' narrow mindedness. In present scenario it seems pre-Islamic atmosphere is reviving again.

Before Islam different nations were demonstrating narrow mindedness. We are witnessing the same situation again. Before Islam narrow mindedness of society is narrated by Allama Fareed Wajdi as, people were forced to accept religion and cruelty was very common, the people who refused to accept religion were put in fire and they were thrown before wild animals, and their legs were tied with the legs of horses and they were dragged into different directions. Melting mettle was thrown to them or they were hung on light fire for many days without caring for their noise or shout. They were made to lie on bed of hot coal which cased blood and fat come out of this body and some time they were lynched to death. When we study the pure life of the Holy Prophet "Seerat Tyaba" and Islamic society as compared to extremism and narrow mindedness and when we see the moderation, then Islamic moderation and optimism reflects with full force and glow. Neither its examples could be witnessed before Islam nor after Islam. The teachings of the Holy Prophets and his practices which completely pure from narrow mindedness, due to its effect the Arabs Shepherds who were used to implicit humanity turned to be complete human.

Keywords: Social imbalances, Prevention, Seerat-e-Tayabah

تمہید

اس مقالہ "معاشرتی عدمِ توازن کا تدارک سیرت طیبہ کی روشنی میں" میں سیرت طیبہ کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔ اس کا آغاز قبل از اسلام معاشرے کے جائزے سے کیا گیا ہے۔ اس کے بعد سیرت طیبہ کی روشنی میں تنگ نظری و انتہا پسندی کے رجحان کے خاتمہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ پھر سیاسی طور پر مستحکم معاشرے پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ نیز یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام تعصب سے پاک اور عالمگیر محبت کا دعویدار معاشرہ تشکیل دیتا ہے۔ مزید یہ بتایا گیا ہے کہ معاشی طور پر معاشرے کو مستحکم کیسے بنایا جا سکتا ہے اور دہشت گردی سے پاک معاشرہ کس طرح تشکیل دیا جا سکتا ہے۔ آخر میں تجاویز و سفارشات اور خلاصہ بحث سے مقالے کا اختتام کیا گیا ہے۔

قبل از اسلام معاشرے کا جائزہ

تعلیمات نبوی کا مطالعہ کرنے سے قبل تقابلی جائزے کے طور پر اسلام سے پہلے اقوام وملت میں رائج تنگ نظری کا مختصر جائزہ پیش کرنا ضروری ہے کہ اسلام سے قبل جو ماحول تھا وہ آج پھر زندہ ہو رہا ہے۔ اسلام سے قبل مختلف اقوام وملت تنگ نظری کا مظاہرہ کر رہی تھیں۔ آج بھی اس کا عملی مظاہرہ ہو رہا ہے قبل از اسلام معاشرے کی تنگ نظری بقول علامہ فرید وجدی اس طرح تھی کہ مذہب کے قبول کرنے پر مجبور کرنے میں بے رحمی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ جو لوگ انکار کرتے تھے۔ وہ بھڑکتی ہوئی آگ کے حوالے کیے جاتے اور چیرنے پھاڑنے والے حیوانات کے آگے ڈالے جاتے تھے یا ان کی دونوں ٹانگیں گھوڑوں کے پاؤں میں باندھ کر ان کو مختلف سمتوں میں چھوڑ دیتے تھے تانبہ پگھلا کر ان پر ڈالتے تھے یا ان کو مدہم آگ پر کئی روز تک لٹکائے رکھتے تھے۔ اور ان کے شور و فریاد کی بالکل پرواہ نہیں کرتے تھے۔ ان کا گوشت کٹ کٹ کر گرجاتا اور چربی پگھل کر بہہ جاتی۔ قرآن مجید کی سورۃ البروج میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: **قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ۔ اَلنَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ۔ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ۔ وَّ هُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ**[1] کہ خندقوں (کے کھودنے) والے ہلاک کر دیئے گئے (یعنی) آگ (کی خندقیں) جس میں ایندھن (جھونک رکھا) تھا۔ جب کہ وہ ان (کے کناروں) پر بیٹھے ہوئے تھے اور جو سختیاں اہل ایمان پر کر رہے تھے ان کو سامنے دیکھ رہے تھے۔ مفسرین نے اس آیت کے ذیل میں قبل از اسلامی معاشرہ کے مظالم وعدم اعتدال پسندی کا تذکرہ کیا ہے جو اہل حق پر کئے جاتے تھے۔ پھر اگر اسلامی معاشرہ سے قبل معاشرہ کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں مقاصد کی جنگ کی طرح جنگ کے طریقے بھی وحشیانہ تھے۔ جنگ کی خصوصیت یہ تھی کہ یہ ہولناک غیض وغضب کا مظہر ہوتی تھی۔ مقاتلین اور غیر مقاتلین کا کوئی فرق نہیں تھا جنگ کا اثر سوسائٹی کے ہر طبقہ پر پڑتا تھا اور ہر شخص یکساں طور پر تہِ تیغ کیا جاتا تھا۔ بالخصوص خواتین تختہ مشق بنائی جاتی تھیں۔ جنگی قیدیوں کو تکلیف دے کر مار ڈالنا آگ میں دھکیل دینا اُن کے اعضاء کو قطع کرنا، لاشوں کے اعضاء کو کاٹ لیا جاتا ان کی کھوپڑی کو بطور جام شراب استعمال کرنا بغیر اعلان کے جنگ کرنا اور عہد وپیمان توڑنا اس زمانے کی جنگوں میں معمولی سی بات تھی۔

سیرت طیبہ کی روشنی میں تنگ نظر وانتہاپسندی کے رجحان کا خاتمہ

حضرت نبی کریم ﷺ کا قول وفعل قرآن مجید کے تابع تھا جسکی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت عائشہ نے فرمایا: **کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ**-[2] آپ ﷺ کے اخلاق تو قرآن مجید ہی تھے۔ انتہا پسندی و تنگ نظری کے تناظر میں جب ہم سیرت طیبہ اور اسلامی معاشرہ کا مطالعہ کرتے ہیں اور اعتدال پسندی کا جائزہ لیتے ہیں تو اسلام کی اعتدال پسندی اور روشن خیالی پوری قوت کے ساتھ نمایاں ہو کر آتی ہیں۔ جسکی نظیر نہ تو اسلام سے پہلے پیش کی جاسکتی ہیں اور نہ ہی اسلام کے بعد پیش کی جاسکتی ہیں۔ آپ کی تعلیمات اور سیرت جو کہ مکمل طور پر تنگ نظری سے خالی تھی کا یہ اثر ہوا کہ عرب کے چرواہوں کو جو ظلم و ستم کے عادی تھے انسان کامل بنا دیا اور ان کے اندر رحم وکرم حلم و تواضع پیدا کر دی اور ان میں محبت کے جذبات پیدا کر دیئے یہ لوگ جاہل اور وحشی تھے مگر تعلیمات اور سیرت نبوی ﷺ کی بدولت چند ہی وقت میں ان کو حکمرانوں کے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچا دیا۔ اسلامی معاشرہ سے قبل وہ لوگ جو اپنے بھائی کا خون بہانا، ایک معمولی بات سمجھتے تھے۔ مگر حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات سے وہ ایسے رحم دل ہو گئے کہ دنیا کا کھویا ہوا امن دوبارہ بحال ہو گیا اور خود بھی آپ امن کے محافظ بن گئے۔ آپؐ کی تعلیمات نے ان کے قلوب کو، میانہ روی، اعتدال پسندی اور توازن سے پاکیزہ کر دیا اور دنیا میں عدل وانصاف کی مثال قائم کر دی۔ آپؐ کا تنگ نظری اور انتہا پسندی سے بے زاری کا یہ عالم تھا کہ جن لوگوں نے آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں پر ظلم کیا تھا اگر آپ چاہتے تو ان کو سولی پر

چڑھا دیتے۔ لیکن آپ ﷺ نے ان کی تمام برائیاں معاف کر دیں اور ان سے باوجود قدرت کے انتقام نہیں لیا۔ یہ ایسا تاریخی واقعہ ہے جسکی نظیر نہیں ملتی آپ ﷺ کی سیرت طیبہ میں یہ عجیب بات بھی نظر آتی ہے کہ امن و آشتی کے دشمن سے آپ ﷺ نے کبھی بدلہ نہیں لیا اور آپ ﷺ اپنی ذات کی حد تک عفو و در گزر کے اصول پر پابند رہے۔ آپ کی رحم، عطا اور کرم کی یہ کیفیت تھی کہ اگر دشمن بھی آپ ﷺ سے کوئی ناگوار بات کہہ جاتا تو آپ ﷺ بڑے سکون سے سن لیتے۔ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ایسی مثال نہیں ملتی کہ آپ ﷺ نے کسی دشمن کو ویسا ہی جواب دیا ہو۔

سیاسی طور پر مستحکم معاشرہ

حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کی جو سیاسی طور پر مستحکم نہ تھا لیکن اپنی تگ و دو سے ایک مستحکم معاشرہ قائم کرنے میں کامیاب ہوئے۔ حکومت کے متعلق قرآن مجید میں پہلی اساسی ہدایت یہ ہے کہ یہ کسی حکمران کی مرضی اور خواہش کے تابع نہ ہو۔ انسانی خواہشات ہی زمین میں فساد کا موجب ہوتی ہیں۔ اسی لیے قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ لَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِیْهِنَّ۔[3] اگر دین حق ان کی خواہشات کا تابع ہو جائے تو زمین اور آسمانوں اور جو کچھ ان میں ہے سب کا سب تباہ ہو جائے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: وَ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔[4] جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلے نہ کریں وہی ظالم ہیں۔ یہ معاہدہ پیغمبر امن ﷺ ان کے ساتھیوں اور کفار مکہ کے درمیان ۶ ہجری میں طے پایا جس میں کفار نے مسلمانوں کی سیاسی، مذہبی اور آزاد حیثیت کو تسلیم کیا اور جو کام کئی جنگوں سے نہیں ہو سکا وہ صلح کے ذریعے منوایا گیا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: وَ الصُّلْحُ خَیْرٌ ۔[5] اور صلح ہی بہتر ہے۔ ایک دوسری جگہ رسول کریم ﷺ سے خطاب ہے: وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّه هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔[6] اور اگر وہ صلح کے لیے مائل ہوں تو تم بھی صلح کے لیے تیار ہو جاؤ اور تم اللہ پر بھروسہ کرو بے شک وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی صلح کرنے والوں کے خلاف لڑائی نہیں کی بلکہ اگر کوئی لڑائی پر آمادہ ہو جاتا تو صلح کر لیتے اگر آمادہ نہ ہوتا تو پھر مجبوراً اس سے لڑتے۔ اسلام کی امن پسندی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے اُصول و قواعد و قوانین کو منوانے اور اپنے نظریات توحید و رسالت کو تسلیم کرانے میں بھی سلامتی اور امن کا طریقہ استعمال کرتا ہے اور اپنے اخلاق اور کردار کی بلندی کے اظہار کے ذریعے اپنی صداقت و حقانیت کو ثبوت دیتا ہے۔ سختی، تشدد مذہب اسلام میں جائز نہیں۔[7] حکومت کے تمام امور باہمی مشورہ سے طے کئے جائیں رسول کریم ﷺ نے حکومتی امور میں صحابہ کرام سے مشورہ لیا، حتیٰ کہ جنگوں میں بھی مشورہ لیا۔ بعض مشورے آپ ﷺ کی رائے کے خلاف ہوتے تھے پھر بھی کثرت رائے کا احترام کرتے ہوئے اس پر عمل کیا۔ خلفائے راشدین نے تمام حکومتی امور میں عوام سے مشورہ لیا اسلامی حکومت کے استحکام کی وجہ بھی یہی تھی۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ الَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ۪ وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَیْنَهُمْ۪ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ۔[8] اور جو اپنے پروردگار کا فرمان قبول کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں۔ اور جو کچھ رزق ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے (اللہ کے راستے میں) خرچ کرتے ہیں۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے: وَ شَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ۔[9] اور اپنے کاموں میں ان سے مشورہ لیا کرو۔ کوئی ملک اپنی آزادی کو برقرار نہیں رکھ سکتا جب تک کہ اس کا دفاع مضبوط نہ ہو

اور زمانے کے مطابق اس کے پاس اسلحہ نہ ہو۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے :یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا ۔[10] اے لوگو جو ایمان لائے ہو صبر کرو اور مقابلہ میں بڑھ کر دکھاؤ اور اپنی سرحدوں کی حفاظت کرو۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ۔[11] کفار سے حتی الوسع مقابلہ کرنے کی کوشش کرو اپنی تمام قوت اور تمام گھوڑوں سے۔ سیاسی استحکام کے لیے اتحاد بنیادی حیثیت رکھتا ہے اسی وجہ سے قرآن مجید نے اتحاد پر بہت زور دیا ہے۔ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا۔[12] تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقے میں نہ پڑھو۔ اتحاد کے ضمن میں نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ایک واقعہ صلح نامہ حدیبیہ کے متعلق بہت مشہور ہے جب قریش اور مسلمانوں کے درمیان عہد نامہ مرتب ہو رہا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ عہد نامہ لکھ رہے تھے۔ عہد نامہ کی عبارت یہ تھی "کہ یہ وہ شرائط ہیں جن کو خدا کے رسول کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے منظور کیا" قریش نے کہا: اگر ہم آپ کو خدا کا رسول مانتے تو اس لڑائی کی نوبت ہی کیوں آتی، اس لفظ کو مٹا کر اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھئے۔ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ ان کی حسب خواہش ترمیم کر دو۔ حضرت علی نے فرمایا مجھ سے گستاخی نہیں ہو سکتی۔ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا وہ الفاظ کہاں ہیں۔ حضرت علی نے انگلی رکھ کر بتایا اور آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے خود اپنے دست مبارک سے رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا لفظ مٹا کر محمد بن عبد اللہ لکھ دیا۔[13]

اسلام تعصب سے پاک اور عالمگیر محبت کا دعویدار معاشرہ تشکیل دیتا ہے

مکہ کی تاریکیوں میں خیر البشر نے نور اسلام کی جو شمع روشن کی تھی اس نے ایک طرف حق کے متلاشی انسانوں کو اپنی طرف اس والہانہ انداز سے کھینچا کہ وقت کی کوئی طاقت کوئی خوف اور کوئی لالچ ان کو تاریکی میں واپس نہ لے جا سکی اور دوسری طرف ابو جہل پوری قوت کے ساتھ نور مصطفی کو بجھانے کے لیے مقابلے پر آ گیا لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کی فتح و نصرت منظور تھی یوں نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ان تمام سازشوں کے باوجود دین اسلام کو سب پر غالب کرنے میں کامیاب رہے۔[14] ارشاد باری تعالیٰ ہے :وَ اِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا[15] اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کریں تو ان میں صلح کرا دو اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس سے جنگ کرو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے اگر راہ راست پر آ جائے تو ان کے درمیان انصاف سے صلح کرا دو۔ ارشاد باری و تعالیٰ ہے :وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا ۔[16] اگر دشمن صلح کی رغبت کرے تو تم بھی صلح کی طرف مائل ہو جاؤ۔ مشرکین کی جانب سے حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی مخالفت اور قرآن کی تکذیب کا وہی سلسلہ پورے زور و شور کے ساتھ چلا آ رہا تھا۔ مسلمان مجبور محض و لاچار تھے منکرین حق تعداد میں بھی کثیر اور جاہ و جلال میں بھی کبیر اسی گھمنڈ میں مسلمانوں کی مفلسی کا مذاق اڑانے اور آتے جاتے طعنہ زنی بھی کرتے تھے جارحیت ایسی کہ بعض اوقات تو مومنین کے قدم بھی ڈگمگانے لگتے۔ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے رفقاء کرام کی یہ گھبراہٹ اور پریشانی دراصل ان کے مصائب ہی کی آئینہ دار تھی بلکہ اس تنگ و تاریک ماحول کی عکاس تھی جو کہ مشرکین قریش کی عیاریوں سے مکہ اور اس کے گرد و نواح میں پیدا ہو چکا تھا لیکن حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے صبر و ثبات کا مظاہرہ کر نیکی تلقین کی۔[17] نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا اُسوۂ حسنہ ہمارے سامنے ہے انہوں نے صرف دلیل اور تبلیغ سے لوگوں کو دین اسلام کی طرف آمادہ کیا کبھی زبردستی اور جبر سے کام نہ لیا اور جب کامل اقتدار حاصل کیا تو بھی کسی کی مجبوری کو قبول اسلام کا وسیلہ نہیں بنایا فتح مکہ کے موقع پر اگر نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یہ چاہتے کہ سب مسلمان ہو جائیں تو شرط عائد کرتے کہ پناہ صرف اس کے لیے ہے جو ایمان لائے لیکن آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے

ایسا نہیں کیا کفار مکہ کو صرف جارحیت سے باز رکھا اور فرمایا جو گھروں میں ہوں یا جو گھروں کے دروازوں کو بند رکھیں۔ یہاں تک کہ ابو سفیان جیسے ازلی منکر اسلام کو بھی نا صرف تحفظ دیا بلکہ یہ بھی فرمایا کہ اس کے گھر میں جو پناہ لے اس کی جان بھی بخش دی جائے۔[18] کفار کی سرکشی اور نافرمانی سے عاجز آکر نبی کریم ﷺ نے جب بد دعا کی اور اس کے نتیجہ میں سخت قحط پڑا تو ابو سفیان جو ابھی تک کافر تھے حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ آپ ﷺ صلۂ رحمی کا حکم دیتے لیکن خود اپنی قوم کے حق میں اتنی سخت بد دعا کر دی۔ اب کم از کم آپ ﷺ کو دعا کرنی چاہیے کہ قوم کی یہ پریشانی دور ہو جائے۔ حدیث میں اس کی تصریح نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے حق میں دوبارہ دعا فرمائی لیکن حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے دعا کی تھی تب ہی تو قحط کا سلسلہ ختم ہوا لیکن قوم کی سرکشی برابر جاری رہی جو بالا آخر بدر کی لڑائی کے وقوع کا سبب بنی۔[19] پیغمبروں کی شخصیت اعلیٰ وارفع ہوتی ہے وہ ہر دکھ، ہر مشکل کو ہنس کر برداشت کر لیتے ہیں مگر جب قوم کی سرکشی حد سے بڑھنے لگے اور وہ ان کی ہدایت سے مایوس ہو جائیں تو وہ اپنا آخری ہتھیار بد دعا بھی استعمال کر لیتے ہیں قرآن مجید میں ایسے مواقع پر کئی انبیاء کی دعائیں مذکور ہیں ہمارے سید نا محمد ﷺ نے بھی مایوس کن مواقع پر بد دعا کی ہے جن کے نتائج بھی فوراً ہی ظاہر ہوئے اور ان میں سے ایک واقعہ مذکور بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: " ایک مومن دوسرے مومن کے لے عمارت کی طرح ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو قوت بخشتا ہے اور آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کیا"۔[20] نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو باہمی طور پر شیر و شکر رہنے کی مثال بیان فرمائی اور ہاتھوں کو قینچی کر کے بتلایا کہ مسلمان بھی باہمی طور پر ایسے ہی ملے جلے رہتے ہیں جس طرح عمارت کے پتھر ایک دوسرے کو تھامے رکھتے ہیں ایسے ہی مسلمانوں کو بھی ایک دوسرے کا قوت بازو ہونا چاہیے۔ ایک مسلمان پر کہیں ظلم ہو تو سارے مسلمانوں کو اس کی مدد کے لئے اٹھنا چاہیے۔ کاش امت مسلمہ اپنے پیارے رسول کریم ﷺ کی پیاری نصیحت کو یاد رکھتی تو آج یہ خراب دن نہ دیکھنے ہوتے۔ مزاں بر آں ہر مومن اپنی ذاتی فلاح کا ذمہ دار اور متمنی ہی نہیں ہوتا وہ سراپا ایک مشن بھی ہوتا ہے۔ وہی مشن جو کلمہ حق کی سربلندی کا دوسرا نام ہوا کرتا ہے وہ مشن جس کا راستہ پہاڑوں کی رکاوٹیں بھی نہیں روک سکتیں۔ عصر حاضر آج کے مومن سے پھر وہی مشن بن جانے کا مطالبہ کرتا ہے کہ مومن حق کا مکمل داعی بن جائے۔ وہ اللہ کا فرمان اور پیغمبر کی آواز بن جائے اور انشا ءاللہ جب یہ مشن ایک کارواں کی صورت میں اپنی منزل کی طرف گامزن ہو جائے گا تو عصر حاضر کا ہر تقاضا از خود پورا ہونا شروع ہو جائے گا۔ اور انشا اللہ ایک ایسا معاشرہ تشکیل پانے لگے گا جس پر زمانہ فخر کرے گا۔ چونکہ اسلام جمہوریت کا حامی ہے اس وجہ سے رئیس مملکت ہر معاملہ میں عوام کے سامنے جواب دہ ہے اس لے لازمی ہے کہ اگر رئیس مملکت جوابدہ نہ ہو تو وہ عوام کی بھلائی کو چھوڑ کر ذاتی منافع و اغراض کے پیچھے چل پڑے گا۔ اس لیے اسلام نے رئیس مملکت کو عوام کے سامنے جواب دہ قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ١ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ-[21] اے لوگو جو ایمان لائے وہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ اور اولو الامر کی اطاعت کرو اگر تمہارا حاکم سے کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو اس کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے مطابق کرو۔ ایک مکان جو حضرت عمر نے بنوایا تھا۔ جب عمر کا انتقال ہونے لگا تو آپ ﷺ نے وصیت فرمائی یہ مکان بیچ کر میرا قرضہ ادا کیا جائے جو بیت المال سے میں نے لیا ہے تو آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ بن عمر نے اسے حضرت معاویہ کو بیچ کر آپ کا قرضہ ادا کر دیا۔ اس وجہ سے اس مکان کو دارالقرضاء کہنے لگے یعنی وہ مکان جس سے قرض ادا کیا

گیا ہو۔[22] زمام اقتدار ان لوگوں کے ہاتھ میں دی جائے جو امور حکومت جانتے ہوں اور قوم و ملت کے لیے بھلائی کے جذبات سے سرشار ہوں۔ ان کا مطمع نظر عوام کی خدمت کرنا ہو نہ کہ اپنے اقرباء اور دوستوں کی۔ ارشاد الہیٰ ہے: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا -[23] بے شک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ امانتیں اس کے اہل کے سپرد کرو۔ حضرت ابو بکر صدیق کا پہلا خطبہ اس امر پر نص قطعی ہے کہ وہ اپنے آپ کو خدا اور رسول ﷺ کے علاوہ عوام کے سامنے جوابدہ سمجھتے ہیں۔ "اے لوگو میری اطاعت اس وقت تک کرو جب تک اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی تابعداری کرتا ہوں اگر میں ذرہ برابر بھی سیدھے راستے سے ہٹوں تو میری اطاعت نہ کرنا۔[24]

معاشی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ معاشرے کا کوئی فرد معاشی ساز و سامان سے محروم نہ رہے معاشرے کا ہر فرد سادگی کے ساتھ زندگی گزارے۔ اسراف و تبذیر سے اجتناب کرے اور جو کچھ موجود ہے اس پر قناعت کرے ہمارے نبی کریم ﷺ کی زندگی نہایت معمولی اور سادہ تھی۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی اپنے آپ کو دنیوی کام کاج میں دوسروں پر فضیلت نہیں دی بلکہ جس طرح تم سب لوگ اپنے گھروں میں اپنا کام کرتے ہو ایسے ہی آپ ﷺ بھی کیا کرتے تھے۔ آپ خود ہی اپنی بکریوں کا دودھ دوھ لیتے اور خود ہی اپنی جوتیاں گانٹھ لیتے تھے۔ مدینہ منورہ میں جب مسجد نبوی کی تعمیر ہو رہی تھی۔ تو آپ ﷺ سب کاموں میں شریک تھے۔ یہاں تک کہ معمولی مزدوروں کی طرح آپ ﷺ بھی اینٹیں اُٹھا اُٹھا کر لاتے تھے جنگ احزاب میں آپ ﷺ بھی خندق کھودنے والوں میں شامل تھے۔ آپ ﷺ اپنے ہاتھوں سے مٹی اُٹھاتے اور پتھر توڑتے تھے۔ آپ ﷺ کی غذا عموماً جو کی روٹی ہوتی تھی۔ آپ ﷺ کے گھر میں چھلنی نہ تھی۔ پھونک مار مار کر بھوسی اڑادی جاتی تھی کبھی دو دن تک متواتر جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر آپ ﷺ نے نہیں کھائی۔ بعض مرتبہ ایک ایک مہینہ تک آپ ﷺ کے گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا صرف کھجوروں اور پانی پر آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے گھر والوں نے گزر بسر کی۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی کھانے کو برا نہیں کہا نہ اس میں عیب نکالتے جو کچھ موجود ہوتا وہی تناول فرمالیتے بھوک نہ ہوتی یا کھانا مرغوب نہ ہوتا تو ہاتھ کھینچ لیتے تھے۔ حضرت عائشہ سے پوچھا گیا کہ آنحضرت کا بستر آپ کے گھر میں کس چیز کا تھا۔ انہوں نے فرمایا ادھوڑی کا جس میں کھجوروں کی چھال بھری ہوئی تھی۔ یہی سوال حضرت حفصہ سے بھی کیا گیا انہوں نے فرمایا۔ کہ ایک ٹاٹ کا ٹکڑا تھا جسے ہم دوہرا کر دیا کرتے تھے۔ ایک رات میں نے سوچا کہ اس کی چار تہیں کر دوں تا کہ آپ ﷺ کو زیادہ آرام ملے آپ ﷺ نے فرمایا۔ نہیں تم اسے جیسا پہلے تھا ویسا ہی کر دو اُس نے رات مجھے نماز شب سے باز رکھا۔ وفات سے پہلے آپ ﷺ نے فرمایا تھا: لَا تَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا-[25] میرے ورثا میں (درہم) و دینار یعنی نقدی تقسیم نہیں کیے جائیں گے۔ ۸۷ھ میں حضرت عمر بن عبد العزیز کو مدینہ منورہ کا گورنر مقرر کیا۔ اس زمانے میں وہ بڑے نفاست پسند اور شاہ خرچ تھے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ کپڑے پہنتے اور عمدہ سے عمدہ خوشبو استعمال کرتے داڑھی پر عنبر کا سفوف لگاتے، اچھی سے اچھی غذائیں کھاتے اور بڑے جاہ و حشم سے رہتے تھے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے اپنے اہل خانہ کو کس طرح رکھا ہو گا۔ ۹۳ھ میں مدینہ منورہ کی گورنری سے سبکدوش کر دیا گیا خلیفہ سلیمان بن عبد المالک ان کا بہت قدر دان تھا اس نے ۹۹ھ میں اپنی وفات سے پہلے انھیں خلافت کے لیے نامزد کر دیا۔ چنانچہ اس کی وفات کے بعد انہوں نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی جس کے ساتھ ہی ان کی زندگی میں یکسر انقلاب آگیا۔ انہوں نے ایک بارعب اور مطلق العنان حکمران بننے کے بجائے اسوۂ فاروقی اختیار کیا اور اپنے آپ کو ابو ذر غفاری اور حضرت حذیفہ بن الیمان اور حضرت ابو ہریرۃ جیسے درویش صفت بزرگوں کے قالب

میں ڈھال لیا۔ اسی لیے انھیں فاروق ثانی کہا جاتا ہے۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ :حضرت عمر بن عبد العزیز مروانی سلسلہ کی درمیانی کڑی تھے، انہوں نے اپنی تمام مساعی خلفائے راشدین اور صحابہ کے دور کے احیا کے لیے وقف کر دیں"۔[26]

حضرت عمر بن عبد العزیز مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو مسلمہ بن عبد الملک بہنوئی کی عیادت کے لیے آئے انہوں نے دیکھا کہ حضرت عمر ایک میلی سی پھٹی ہوئی قمیص پہنے ہوئے ہیں اپنی بہن فاطمہ سے کہا کہ امیر المومنین کی قمیص بدل ڈالو لوگ عیادت کے لیے آتے ہیں وہ یہ قمیص دیکھ کر کیا کہیں گے۔بی بی فاطمہ بولی خدا کی قسم اس کے سوا دوسری قمیص نہیں ہے۔ یہ دنیا انقلابات کا گھر ہے تغیرات کا گہوارا ہے اس میں کوئی چیز ایک حال پر قائم نہیں رہتی انسان بھی اسی تغیر و تبدل کا شکار ہے کبھی فقر تو کبھی غنٰی کبھی رنجیدہ کبھی خوشی لیکن انسان کو یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ حالات جیسے بھی ہوں انسان کو ثابت قدم رہنا چاہیے اور عوام کی فلاح و بہبود کو مد نظر رکھنا چاہیے۔اگر ذاتی مفادات کے خوگر بن جائیں تو معاشرے کی اصلاح ممکن نہیں۔نوجوانوں کے لیے کہا جاتا ہے کہ وہ معاشرے کا مستقبل ہیں اور معاشرے کا مستقبل معیشت کے مضبوط ہونے کے ساتھ منسلک ہے معاشی طور پر مستحکم معاشرے کے لیے نوجوانوں میں سادگی اور زہد و تقشف جیسے اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔[27] اسلام جو کہ مکمل ضابطہ حیات ہے اس کا اپنا معاشی نظام ہے اس کے معاشی نظام کی خصوصیت فلاح عمودی ہے۔یعنی اسلام میں صدقہ و خیرات کی طرف ترغیب دلائی گئی ہے اس کے علاوہ زکوۃ کے نظام سے دولت معاشرہ کے امیر سے غریب طبقوں میں گردش کرتی رہتی ہے جس سے معاشرہ میں اخوت وبھائی چارہ پیدا ہوتا ہے۔ جبکہ اس کے برعکس سود بہت بڑی لعنت ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کے مترادف ہے اس سود کے ذریعے سے یہود نے پوری دنیا کو یرغمال بنایا ہوا ہے حضور نبی اکرم ﷺ نے خطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر سود کو حرام قرار دیا ہے اور اپنے چچا عباس کے سود کو کالعدم قرار دینے کا اعلان کیا۔ خراج، جزیہ، اور ٹیکس وغیرہ کا نظام بھی صحیح معنوں میں فعال بنایا جائے آج مغربی دنیا نے ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف جیسے اقتصادی اداروں سے مسلم ممالک کو نئ قسم کی معاشی اور اقتصادی غلامی میں جکڑ لیا ہے۔ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے کہ مسلم اُمہ انسانیت کی فلاح کے لیے اپنی اقتصادی مشترکہ منڈی تشکیل دے اور اسلامی اقدار کی پاسداری کر تے ہوے مسلمانوں کی صحیح کردار سازی کی مشترکہ پالیسی وضع کرے۔

اسلام دہشت گردی سے پاک معاشرہ تشکیل دیتا ہے

امن عربی زبان کا لفظ ہے اور اس سے ایسی حالت مراد ہے جس میں ہر انسان خوف اور خطرے سے محفوظ ہو دوسرے لفظوں میں امن وہ حالت ہے جس میں نہ آپ خوف اور خطرے کا شکار ہوں اور نہ ہی دوسروں کو اس احساس میں مبتلا کر رہے ہوں لہذا جب ہمیں کوئی نہ ڈرائے ہمیں بے جا تکلیف میں مبتلا نہ کرے۔ ہماری چیزیں چھین کر نہ لے جائے ہماری عزت نفس پر حملہ نہ کرے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم پر امن زندگی بسر کر رہے ہیں۔ قرآن مجید میں "امن "خوف اور دہشت کی ضد کے معنی میں بھی آیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:وَّاٰمَنَهُم مِن خَوفٍ[28] اور خوف سے بچا کر امن عطا کیا۔امن کو ہمیشہ از سر نو تخلیق کیا گیا ہے۔کیونکہ اس کے بغیر زندگی ختم ہو جائیگی۔ مسلمان اسے اپنی زندگی کا سب سے بلند مقصد سمجھتے ہیں اور امن کو قائم کرنے کی حتی الامکان کوشش کرتے ہیں۔ کیونکہ مذہب اسلام پر امن طریقے سے مقاصد حاصل کرنے کی تلقین کرتا ہے انھیں اپنے دفاع کی اجازت تو دیتا ہے لیکن جارحیت کی نہیں۔ تمام دنیا ایک عالمی برادری ہے ہر ملک کو دوسرے ملک سے تعلقات رکھنا ناگزیر ہے خواہ وہ تعلقات دوستانہ ہوں معاندانہ ہوں یا غیر جانبدارانہ پھر ایک ملک سے دوسرے ملک میں سفر سے بھی آتے

جاتے ہیں دوسرے ممالک سے جنگ بھی ہو جاتی ہے اور معاہدات بھی طے کرنے پڑتے ہیں ان حالات میں اسلام نے جو ہمیں رہنما اصول دیئے ہیں اُن پر عمل پیرا ہونے سے نہ صرف معاشرے سے دہشت گردی کا خاتمہ ہو گا بلکہ ایک پر امن اور مثالی معاشرہ قائم ہو جائیگا۔[29] اسلام بلا وجہ تنازعہ سے گریز کرتا ہے تمام بنی نوع انسان بحیثیت خلقت آپس میں برابر اور ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں۔ کوئی شخص یا کوئی قوم نسل رنگ یا علاقہ کی بنیاد پر دوسرے سے برتر نہیں ہو سکتی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔[30] اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔ اسلام نسل انسانی میں وحدت کا پیغامبر ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ایک عالمی انسانی برادری قائم کی جائے۔ لہذا بلا وجہ کسی سے تنازعہ پیدا کرنا ناجائز ہے اور اگر تنازعہ ہو بھی جائے تو معاف کر دینے کا حکم آیا ہے۔ پاکستان میں فرقہ واریت کا اژدھا انسانی خون سے پیاس بجھا رہا ہے اور معصوم جانیں اس کی بھینٹ چڑھ رہی ہیں کتنے افسوس کی بات ہے کہ پولیس کی نگرانی کے بغیر ہماری مساجد میں نماز ادا نہیں کی جا سکتی۔ ہم نے اپنے قومی وقار کا اس قدر ستیاناس کیا ہے کہ دنیا میں جہاں بھی انتہا پسندی اور دہشت گردی کی بات ہوتی ہے تو ہمارا نام سر فہرست لیا جاتا ہے یہ صورت حال ایک دن میں پیدا نہیں ہوئی بلکہ اس میں عرصہ دراز لگا ہے۔ یہ ممکن ہے بلکہ یقین کی حد تک کہا جا سکتا ہے کہ ان دہشت گردی کے واقعات میں بیرونی ایجنسیوں کا عمل دخل ہے لیکن ہمارے ہاں گمراہ نوجوانوں کی کمی نہیں۔ بلکہ ان کی تعداد ہزاروں میں ہے اور ان کی موجودگی میں ایسی منحوس کاروائیوں کے محرکات کے لئے ہمیں اپنی سرحدوں کے پار دیکھنے کی ضرورت نہیں ہم خود اپنے گھر کو آگ لگانے کے مکمل طور پر اہل ہیں۔ حالات میں بہتری صرف اسی صورت میں لائی جا سکتی ہے جب تعلیم عام ہو حتیٰ کہ تقریباً ہر شخص خواندہ ہو، اساتذہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور روشن خیال ہوں جب مکتب و مسجد کو اپنے معیاری اساتذہ میسر آ گئے تو تعلیم کا معیار بہتر ہو گا۔ اور فرقہ واریت اور دہشت گردی اپنی موت آپ مر جائے گی۔ اس کے علاوہ ہمارے دانشوروں کا یہ کام بھی ہے کہ وہ مغربی دنیا کو بتائیں کہ اسلام کوئی خوفناک شے نہیں بلکہ یہ دین تو امن و سلامتی اور آشتی کا علمبردار ہے۔ اگر تاریخ اسلام کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی زیر تربیت ایسے نوجوان ہمارے سامنے آئے جنہوں نے تاریخ میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ اور نبی کریم ﷺ نے نہ صرف ان کی تربیت کی بلکہ مساوات کی ایسی مثالیں قائم کیں جو سب کے لیے مشعل راہ ہیں۔ اُسامہ بن زید کی مثال ہمارے سامنے ہے جو کہ ایک غلام کے بیٹے تھے دربار رسالت سے فوجوں کی سپہ سالاری کا عہدہ حاصل کیا۔ جنگ بدر میں سواریاں کم ہیں ایک اونٹ تین تین کے لیے مقرر ہوتا ہے۔ دو سوار ہو جاتے ہیں تیسرا پیدل چلتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سواری میں حضرت علی اور حضرت ابو درداء برابر کے حصہ دار ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی پھوپھی کا نکاح ایک زر خرید غلام حضرت زید سے ہوتا ہے یہ صرف اور صرف ان کی قابلیت کو دیکھتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے یہ فیصلہ کیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ امیر المومنین اور ان کا غلام دونوں اکھٹے بازار جاتے ہیں۔ ایک قیمتی اور ایک سستا جوڑا خریدا جاتا ہے درزی کے پاس جا کر حضرت علی سستا کپڑا خود اور قیمتی کپڑا غلام کے لیے بنواتے ہیں۔ غلام کہتا ہے کہ آپ آقا ہیں اور میں غلام ہوں۔ آپ کو اچھا لباس چاہیے۔ فرماتے ہیں میں بوڑھا ہوں تم جوان ہو۔ تم کو اچھے لباس کی ضرورت ہے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ اپنے غلام کو مارتے ہیں رسول کریم ﷺ موقع پر پہنچ کر فرماتے ہیں جو قدرت اس غلام پر تجھے حاصل ہے۔ اس سے زیادہ اللہ کو تجھ پر حاصل ہے ابو ذر زمین پر گر پڑتے ہیں اور غلام سے کہتے ہیں اپنا پاؤں میرے رخسار پر رکھ دے کہ میری نخوت نکل جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں ایک یہودی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ برابر کھڑے کر دیئے جاتے ہیں۔ سفر شام میں حضرت

عمر رضی اللہ عنہ اور ان کا غلام باری باری سواری کرتے ہیں۔ خیر مقدمی مقام پر پہنچ کر لوگ پوچھتے ہیں کہ خلیفہ یہی ہیں جو اُونٹ پر سوار ہیں؟ جواب ملتا ہے نہیں ہمارا خلیفہ امیر المومنین تو وہ ہے جو اُونٹ کی مہار پکڑے ہوئے ہیں سوار تو ان کا غلام ہے۔ یہ تھا نوجوانون کا کردار، مساوات کا عملی نمونہ اور کیوں نہ ہوتا کہ لوگ اُس ہستی کے تربیت یافتہ تھے۔

خلاصہ بحث

اگر معاشرے کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاشرہ وہ معاشرہ نہیں رہا جس کی بنیاد ہمارے پیارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی۔ معاشرے کی اس بگڑتی ہوئی صورتحال کو دوبارہ اصل حالت میں لانے کی ذمہ داری نوجوانوں پر عائد ہوتی ہے۔ اگر ہمارے نوجوان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو سامنے رکھتے ہوئے درج ذیل اقدامات اُٹھائیں تو معاشرہ کی نہ صرف اصلاح ممکن ہے بلکہ معاشرہ صحیح معنوں میں مثالی معاشرہ کہلا سکتا ہے۔

۱۔ نظام صلوٰۃ وزکوٰۃ کو عملی طور پر نافذ کیا جائے۔

۲۔ نیک کام کرنے کی ترغیب اور برائیوں سے روکنے کا موثر نظام موجود ہو۔

۳۔ تمام شعبوں میں خوف خدا کے ساتھ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا جذبہ کارفرما ہو۔

۴۔ جہاں سب کے لیے جینے کے مواقع یکساں ہوں کوئی فرد احساس محرومی کا شکار نہ ہو۔

۵۔ جس میں رہتے ہوئے اظہار رائے کی آزادی اور حق گوئی پر کوئی قدغن نہ ہو۔

۶۔ علم اور ترقی کے راستے کسی پر بند نہ ہوں۔

۷۔ اقلیتوں کو مذہبی اور معاشرتی حقوق حاصل ہوں۔

۸۔ دین اور مذہب کے نام پر کشت وخون نہ ہو اور نہ ہی مذہبی گروہوں کے درمیان جنگجویانہ جذبات ہوں بلکہ ایک دوسرے کے لئے احترام کی فضاء ہو۔

۹۔ قانون کی نظر میں سب برابر ہوں ادنیٰ واعلیٰ، امیر وغریب اور حاکم ورعایا کی تفریق نہ ہو۔

ایک اسلامی معتدل مزاج اور روشن خیال معاشرہ کے قیام وتشکیل کی ضرورت تب پوری ہوگی جب زندگی کا ہر ہر شعبہ منہج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتدال بداماں ہوگا اور عملی نفاذ کے لیے مخلصانہ کوششیں کی جائیں گی۔ مذکورہ صفات کے حامل معاشرہ کی تشکیل میں کامیابی اسی وقت ہوگی۔ جب ہم عصر حاضر کے تقاضوں کا حل قرآن مجید اور سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی و رہنمائی میں ڈھونڈیں گے۔ اور فکری و عملی ہم آہنگی کے ساتھ جدت کردار کا مظاہرہ کریں گے۔

سفارشات وتجاویز

1. اگر مخالف سے انتقام لینے کے بجائے درگزر کا معاملہ کیا جائے تو ایک مثالی اسلامی معاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے۔ اس سے ایک تو دشمن کے دل سے بغض وعناد کا خاتمہ ہوگا اور دوسرے وہ خود شرمندہ ہو جائے گا کہ میں نے تو اس کے ساتھ برائی کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی لیکن اس کی اعلیٰ ظرفی ہے جو باوجود قدرت رکھنے کے مجھے معاف کر رہا ہے۔ نوجوانوں کو اگر واقعی معاشرے کی اصلاح کرنی ہے تو سب سے پہلے درگزر کرنا سیکھیں۔
2. دین اسلام کے غلبے کی کوشش کی جائے تا کہ ربانی مقصد پورا ہو جائے۔
3. اسلام کے تصور رواداری، تحمل وبرداشت کو اقوام عالم کے سامنے اُجاگر کیا جائے۔

4. معاشرت اور سیاست کے بارے میں اعتدال پسندی کو اختیار کیا جائے۔
5. معاشی اور اقتصادی استحصال کا خاتمہ کیا جائے۔
6. الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعے رواداری، مفاہمت مصالحت اور انسان دوستی کو پروان چڑھایا جائے۔
7. معاشرے کی اصلاح کے لیے سیمینار، کانفرنسز اور ورکشاپس وغیرہ منعقد کی جائیں۔
8. قرآن و حدیث کے علوم کے علاوہ علوم جدیدہ (سائنس و ٹیکنالوجی) کی تحصیل تاکہ امت مسلمہ دور حاضر کے چیلنجز کا مقابلہ کر سکے۔
9. عالمی اور ملکی سطح پر امن و سلامتی کا قیام جو کہ پیغمبر اسلام کے مقررہ خطوط و اصول کی روشنی میں ہی میں ممکن ہے۔
10. مضبوط اور مستحکم نظام معیشت کی بحالی۔
11. اخلاقی قدروں کی بحالی جس سے معاشرے کو اسلامی طرز پر باکردار، اعتدال پسند اور روشن خیال بنایا جا سکے۔

اگر ہم ان تجاویز پر عمل کریں تو نہ صرف معاشرے کی اصلاح ممکن ہے بلکہ اپنے ملک اور اسلام کا وقار اور مستقبل بھی محفوظ ہو گا۔

References

[1] Al-Burooj 85:4-7
[2] Al-Bayhaqi, Abu Bakr Ahmad Bin Al-Hussein, Shaab Al-Iman, Publisher: Dar Al-Kitab Al-Alamiya, Beirut, First Edition, 1410 AH
[3] Al-Mominoon 23:71
[4] Al-Maidah 5:45
[5] Al-Nisa 4:128
[6] Al-Anfal 8:61
[7] Al-Razaqi, Syed Ismat Hussain Gilani, Safar Maarefat, Hassan Qalam Publications Lahore, 1912, p. 159
[8] Al-Shura 26: 38
[9] Al-Imran 2:158
[10] Al-Imran 2:199
[11] Al-Anfal 8:60
[12] Al-Imran 2:103
[13] Nadvi, Syed Sulaiman, Seerat-un-Nabi, Volume 2, National Book Foundation Islamabad, p.538
[14] Qadri, Syed Shamim Hussain, Islamic State in the light of Qur'an and Sunnah, Ulema Academy Lahore, p.5
[15] Al-Hujraat 49:9
[16] Al-Anfal 8:61
[17] Abdul Aziz Arfi, Jamal Mustafa ﷺ, Gilani Publishers, Karachi 1979, Volume 1, pp. 141,140
[18] Tahir Muhammad Khan, Islamic State Concepts and Facts, Gulshan Composing and Graphic Lahore.2004, P-30
[19] Muhammad bin Isma'il, Sahih Bukhari, (Translator, Allama Muhammad Da Wad Raz Dehlavi), Abu Al-Istisqa'a Bab, Maktaba Ahl Hadeeth, Karachi, P-552

[20] Ibid, Kitab al-Salat, chapter, distributing wealth in the mosque and hanging a palm branch in the mosque, P-89
[21] Al-Nisa 4:54
[22] Muhammad ibn Ismail, P-552
[23] Al-Nisa 4:58
[24] Nadvi, Shah Moinuddin Ahmed, History of Islam, Maktab-e-Islami, Rawalpindi, 2002, P-100
[25] Abu Dawood, Sulaiman bin Al-Shaath, Sunan Abi Dawood, Kitab Al-Amaraj and Al-Fa'iyya The chapter on the cleansing of the Messenger of God, may God bless him and grant him peace, Hadith No. 2974
[26] Ibn Sa'd, Muhammad, Ab-Abdullah, Tabaqat Ibn Sa'd, "Urdu Tranlation, Al Tabqatul Kubra" (Translator: Maulana Ragheb Rahmani), Nafis Academy, Karachi, Volume-8, P-195
[27] Ibid, P-194
[28] Al-Quraish 106-4
[29] Dr. Andapa Sabshta, Peace for Humanity, (Tar Jumma, Warteb, Mohammad Ikram Chughtai), Jang Publishers, 1997, P-67
[30] Al-Nisa 4:1